www.KitaboSunnat.com

تحقیق و تنقید

پروفیسر محمد دین قاسمی
گورنمنٹ ڈگری کالج فیصل آباد

خدا و رسولؐ یا مرکزِ ملت؟

قرآنِ کریم کی روشنی میں

ماہنامہ محدث کی جون ۱۹۸۸ء کی اشاعت میں پروفیسر محمد دین قاسمی صاحب کا ایک نہایت علمی اور وقیع مضمون بعنوان "خدا اور رسول یا مرکزِ ملت (قرآنِ کریم کی روشنی میں)" شائع ہوا تھا۔ جس میں انہوں نے اخلاق، تہذیب اور شائستگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے، قرآنِ کریم کی روشنی میں، پرویز صاحب کے اس نظریے پر کہ قرآنِ کریم میں میں وارد الفاظ "اللہ اور رسول" سے مراد "مرکزِ ملت" ہے، بڑی جاندار تنقید کی تھی۔ اس سلسلہ میں پروفیسر صاحب نے جو تردیدی دلائل قائم کئے تھے وہ اس قدر مضبوط تھے کہ ان کا جواب "طلوعِ اسلام" کے بس کی بات ہی نہیں ہے: وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا!۔ یہی وجہ ہے کہ مدیر طلوعِ اسلام نے پروفیسر قاسمی کے مضمون کی تردید میں اگست ۱۹۸۸ء کے شمارہ میں جو مضمون لکھا ہے، اس میں پروفیسر صاحب موصوف کے چار تردیدی دلائل میں سے کسی ایک کا بھی جواب نہیں دیا۔ بلکہ ان کا ذکر تک نہیں کیا۔ تاکہ طلوعِ اسلام کے قارئین پر پرویز کے موقف کا کھوکھلا پن واضح نہ ہو جائے۔

علاوہ ازیں، مدیر طلوعِ اسلام نے جو بازاری زبان اور سوقیانہ اندازِ تحریر اختیار فرمایا ہے، اس پر ہمیں نہ کوئی تعجب ہے اور نہ حیرت!۔ بلکہ ہمیں تعجب اور حیرت اس وقت ہوتی، جب وہ شریفانہ زبان اور شائستہ اندازِ بیان اختیار فرماتے!۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ تہذیب و شائستگی کی میزان میں ان لوگوں کا کیا وزن ہے، اس لیے ان لوگوں سے ہمیں ایسے ہی تلخی آمیز اور گھٹیا طرزِ گفتگو کی توقع تھی، چنانچہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خود انہوں نے ایسا خسیس اور دنائت پسند اسلوبِ نگارش اختیار کر کے عملاً بھی یہ ثابت کر دیا ہے کہ ایسے ہی اخلاقی رذائل کو وہ اپنے شایانِ شان سمجھتے ہیں۔

ذیل میں ہم پروفیسر قاسمی صاحب کا جواب الجواب پیش کر رہے ہیں۔ جسے پڑھ کر ہر شخص یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ مدیر طلوع اسلام کی اوچھی تحریر کے جواب میں انہوں نے کس قدر سلجھا ہوا اندازِ بیان اختیار فرمایا ہے۔ (ادارہ)

مدیر طلوعِ اسلام نے اپنے جوابی مضمون کی ابتداء میں فرمایا ہے:

"اس سلسلہ میں ان حضرات نے پرویز صاحب کا نقطہ نظر نقل کرنے میں بددیانتی سے کام لیا ہے۔ اس لیے ہم نے طلوعِ اسلام کی اسی اشاعت میں پرویز صاحب کا یہ نقطہ انہی کی زبانی ایک الگ مضمون کی صورت میں پیش کر دیا ہے۔ جس سے ان حضرات کی بددیانتی کا پردہ چاک ہو جائے گا۔"

(طلوعِ اسلام۔ اگست ۱۹۸۸ء ص ۴۶)

الزامِ بددیانتی کی حقیقت:

یہ "بددیانتی" کیا ہے؟ اسے مدیرِ طلوعِ اسلام نے کھل کر بیان نہیں کیا۔ البتہ اگلی چند سطور پڑھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ میں نے اپنے سابقہ مضمون میں سورۂ توبہ کی وہ دو آیات (۶۲ اور ۷۴) درج نہیں کی تھیں جو اب مدیر طلوعِ اسلام نے پیش کی ہیں۔ چنانچہ ان کا حوالہ نہ دینا ہی میری وہ "بددیانتی" ہے جسے میری ذات کی طرف منسوب کرنے کی بجائے انہوں نے جملہ علماءِ اہل حدیث کی طرف منسوب کر ڈالا ہے۔ حالانکہ وہ مضمون صرف میں نے لکھا تھا۔

تاہم اس سلسلے میں میری گذارش صرف یہ ہے کہ اگر پرویز صاحب نے سورۂ توبہ کی یہ دونوں آیات، اپنے مضمون میں درج کی ہوتیں اور پھر میں نے (غیر شعوری طور پر نادانستگی کی حالت میں نہیں بلکہ) شعوری طور پر، دیدہ دانستہ ان کے مفہوم و مدلول پر کلام نہ کیا ہوتا تو یقیناً یہ میری "بددیانتی" ہوتی، لیکن جب پرویز صاحب نے سورہ توبہ کی ان دونوں آیات کو اپنے استدلال میں پیش ہی نہیں کیا تو میں ان پر کیسے کلام کر سکتا تھا؟ چنانچہ خود مدیر طلوعِ اسلام نے میری "بددیانتی" کا پردہ چاک کرنے کے لیے طلوعِ اسلام، اگست ۱۹۸۸ء میں ص ۵۲ تا ص ۵۸ تک پرویز صاحب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی کے الفاظ میں جو مضمون شائع کیا ہے، اس میں بھی سورۂ توبہ کی یہ دونوں آیات موجود نہیں ہیں ـــــ معلوم مدیر موصوف کے نزدیک، خود الزام "بد دیانتی" گھڑ کر کسی کی طرف منسوب کر ڈالنا بھی "بد دیانتی" ہے یا کہ نہیں؟ ـ یا شاید "دیانتداری" کا مفہوم ان کے ہاں یہ ہے کہ میں اپنے مضمون میں پورا قرآن مجید نقل کر دیتا!

مثال پر اعتراض کی حقیقت:

میں نے اپنے سابقہ مضمون میں "اللہ و رسول" سے مراد "مرکزِ ملت" لینے کی غلطی کو ایک مثال کے ذریعے واضح کیا تھا، کہ جس طرح کوئی شخص ـــــ زید نے کھانا کھایا ـــــ اور ـــــ زید نے آم کھایا ـــــ یہ دونوں جملے پڑھ کر یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ چونکہ پہلے جملے میں فعل "خوردن" کا مفعول "کھانا" ہے اور دوسرے میں "آم" ہے، لہٰذا "کھانا" سے مراد ہمیشہ آم "ہی ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح پرویز صاحب نے ان تمام آیات میں، جہاں "اللہ اور رسول" کا لفظ استعمال ہوا ہے اس سے مراد خواہ مخواہ "مرکزِ ملت" لے لیا ہے۔ (قارئین سے درخواست ہے کہ وہ محدث ماہ جون ۱۹۸۸ء میں میری اس تفصیلی مثال کو خود ملاحظہ فرمالیں) ظاہر ہے کہ جس طرح مثال میں دیئے گئے جملوں سے "کھانا" بمعنی "آم" کشید کرنا ایک بیجا تکلف ہے، بالکل اسی طرح قرآنی آیات میں "اللہ اور رسول" سے "مرکزِ ملت" مراد لینا بھی بیجا تکلف ہے ـــــ اس مثال کا کوئی جواب دینے کی بجائے مدیر موصوف یہ کہہ کر آگے سرک گئے ہیں کہ:

> "اہل حدیث علماء کی جانب سے اللہ اور رسول اور اسلامی نظام کی وضاحت کے لیے پیش کی جانے والی اس مثال کی رکاکت ملاحظہ ہو کہ جس میں اللہ اور رسول کو کھانے سے اور اسلامی نظام کو آم سے تشبیہ دی گئی ہے"

مدیر صاحب کے اس ارشاد پر میری گزارش یہ ہے کہ یہ کوئی مستحسن طرزِ عمل نہیں ہے کہ آپ ایک سیدھی سی بات کو خواہ مخواہ الجھانے کی کوشش کرتے ہیں ـــــ خود آپ کو بھی معلوم ہے کہ میں نے "اللہ اور رسول" اور "اسلامی نظام" کی وضاحت کے لیے یہ مثال پیش نہیں کی تھی، بلکہ پرویز صاحب کے اس موقف کی لغویت واضح کرنے کے لیے پیش کی تھی جس کے تحت وہ "اللہ اور رسول" سے مراد "مرکزِ ملت" لیتے رہے ہیں، اور اس کے غلط ہونے پر چار دلائل بھی پیش کئے تھے جن میں سے آپ کسی ایک کا بھی جواب نہیں دے پائے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر مدیرِ موصوف کا اس مثال کے متعلق رکاکت کا حکم لگانا بالکل ایسی ہی بات ہے جیسے کہ مشرکینِ مکہ، قرآن کی اُن امثلہ پر، جن میں مکھی، مکڑی اور چیونٹی جیسی حقیر مخلوقات کا ذکر ہے، حقارت اور رکاکت کا اعتراض کیا کرتے تھے۔ یاد رکھیئے مثال دیتے وقت زیرِ مثال مخلوق کی حقارت و رکاکت یا اس کی عظمت و جلالت کو پیشِ نظر نہیں رکھا جاتا بلکہ صرف یہ بات پیشِ نظر رکھی جاتی ہے کہ اس کے ذریعہ سے جو بات سمجھانی مقصود ہے وہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ یہ مقصد جس مثال سے بھی پورا ہو سکے وہی مثال مناسب قرار پائے گی، قطع نظر اس سے کہ جو چیز بطورِ مثال پیش کی ہے وہ کسی حقیر و صغیر مخلوق کی ہے یا کبیر و عظیم مخلوق کی! ــــ میں نے جو مثال پیش کی ہے وہ نہ خدا کے متعلق ہے اور نہ رسول کے متعلق، اور نہ ہی اسلامی نظام کے متعلق ہے۔ وہ مثال تو صرف یہ ظاہر کرتی ہے کہ جس طرح کتبِ لغت "کھانا" بمعنی "آم" سے خالی ہیں، بالکل اسی طرح "اللہ" بمعنی "مرکزِ ملت" یا "رسول" بمعنی "مرکزِ نظامِ امت" یا "اللہ اور رسول" بمعنی "مرکزِ نظامِ اسلامی" کے معانی سے بھی خالی ہیں۔

انوکھا استدلال:

مدیرِ موصوف خود غور فرمائیں کہ یہ کس قدر عجیب بات ہے اگر مجرد "اللہ" کا لفظ بولا جائے تو اس سے خالقِ کائنات کی ذات مراد لی جائے، اور اگر صرف "رسول" کا لفظ بولا جائے تو اس سے مراد وہ مامور من اللہ شخصیت لی جائے جو اہلِ ایمان کے لیے اسوۂ حسنہ ہے۔ لیکن جب "اللہ اور رسول" کے الفاظ (معطوف اور معطوف علیہ کی صورت میں) اکٹھے بولے جائیں تو اب "اللہ" اپنی الوہیت سے اور "رسول" اپنے منصبِ رسالت سے معزول ہو گیا۔ پھر جب اس طرح اللہ کی الوہیت اور نبی کی حیثیتِ نبوت (معاذ اللہ) ختم ہو گئی تو اس عدم سے "مرکزِ ملت" وجود میں آیا۔ گویا یہ الوہیت اور نبوت کے مسائل نہ ہوئے بلکہ سائنس کی لیبارٹری کے مسائل ہوئے، کہ آکسیجن اور ہائیڈروجن کو جب ایک خاص ترکیب سے جمع کیا جاتا ہے تو جہاں آکسیجن کی تحریقی خاصیت ختم ہو جاتی ہے، وہاں ہائیڈروجن سے اس کی احتراق پذیری کی صفت منفک ہو جاتی ہے۔ اور پھر "پانی" نام کی اُسی طرح ایک نئی چیز معرضِ وجود میں آجاتی ہے جس طرح ادارہ طلوعِ اسلام کی "قرآنی" لیبارٹری میں "اللہ اور رسول" کے مجموعے سے "مرکزِ ملت" معرضِ وجود میں آجاتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورۂ توبہ کی دو آیات پر بحث :

اب آئیے سورۂ توبہ کی ان دو آیات کی طرف، جنہیں مدیرِ طلوعِ اسلام نے پرویز صاحب کے موقف کی تائید میں پیش کیا ہے، ان میں سے ایک آیت کے متعلق وہ لکھتے ہیں :

" يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ ۔" (۹/۶۲)

" اس آیت میں اللہ اور رسول، جس کے لیے عربی قاعدے[1] کے مطابق ضمیر تثنیہ آنی چاہیئے تھی، واحد (یرضوہ میں ہٗ کی ضمیر) لائی گئی ہے۔ حالانکہ اللہ اور رسول ایک نہیں، اللہ خالق ہے اور رسول مخلوق ہے، پیغام دینے والا اور پیغام پہنچانے والا ایک نہیں ہو سکتا[2]۔ لیکن اس آیت میں ان دونوں کے لیے ضمیر واحد لا کر، انہیں ایک ٹھہرانے سے صاف ظاہر کیا گیا ہے کہ اس آیت میں "اللہ اور رسول" کے الفاظ، اصطلاح کے طور پر کسی ایسی چیز کے لیے لائے گئے ہیں جو ایک ہیں دو نہیں ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اس ایک چیز سے مراد، اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ وہی نظام ہے جو رسول اللہ کی معرفت اس دنیا میں قائم کیا گیا۔" (طلوعِ اسلام۔ اگست ۱۹۸۸ء ص۴۶)

یہ ہے دلائل کی وہ کل کائنات، جو طلوعِ اسلام نے اپنے نرالے موقف کی تائید میں پیش کی ہے !

---

[1] مدیرِ موصوف کو شاید علم نہیں کہ یہ عربی قاعدہ، جس کا وہ ذکر فرما رہے ہیں، ہر جگہ اور ہر صورت کے لیے نہیں ہے۔ بعض اوقات دو چیزوں کے لیے واحد کی ضمیر یا مفرد کا صیغہ بھی آجاتا ہے۔ مثالیں آگے آرہی ہیں !

[2] پھر نامعلوم آپ نے ــــ خالق + مخلوق ــــ مخلوق ــــ اور ــــ پیغام دینے والا + پیغام پہنچانے والا ــــ مرکزِ ملت کی مساوات کیسے برآمد کرلی ؟ حالانکہ خالق اور مخلوق ایک نہیں ہو سکتے۔

ع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو اشیاء کے بعد ضمیر مفرد لانے کی صورتیں:

جب دو اشیاء (یا دو ہستیوں) کے ذکر کے بعد ضمیر مفرد لائی جائے، تو اس کی درج ذیل صورتوں میں سے کوئی ایک صورت ممکن ہوتی ہے:

۱۔ کسی دلیل یا قرینہ کی بناء پر مفرد کی یہ ضمیر کسی ایک ہی مرجع کی طرف لوٹتی ہے۔ اور وہ مرجع انہی مذکورین میں سے کوئی ایک ہوتا ہے (نہ کہ ان سے باہر، کہ خارج سے اس کا وجود درآمد کر لیا جائے) یہ مرجع ضمیر کے قریب بھی واقع ہو سکتا ہے اور بعید بھی۔

۲۔ صیغہ واحد کی یہ ضمیر، دونوں مذکور چیزوں کی طرف فرداً فرداً لوٹتی ہے، قطع نظر اس سے کہ ان میں سے کوئی مرجع تذکیر و تانیث کے اعتبار سے ضمیر سے مطابقت رکھتا ہے یا کہ نہیں۔

پہلی صورت کی مثالیں:

پہلی صورت کی، جب کہ ضمیر مفرد کسی قرینہ یا دلیل کی بناء پر کسی ایک مرجع کی طرف لوٹتی ہے، قرآن مجید میں بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ مدیر موصوف کی پیش کردہ آیت (التوبۃ: ۶۲) جس کے الفاظ یہ ہیں،

"وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ" بھی اس سلسلے کی ایک مثال ہے۔ "يُرْضُوْهُ" میں واحد کی ضمیر مفعول کا مرجع ——— اس قرینہ کی بناء پر کہ ارضاء رسولؐ اور ارضاءِ خدا میں کوئی تفاوت نہیں ہے، چنانچہ دونوں میں ایسا باہم تلازم پایا جاتا ہے کہ اللہ کو راضی کرنے کے لیے اور رسولؐ کو راضی کرنے کے لیے جداگانہ کوششوں اور طریقوں کے اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے ——— کوئی ایک ہو سکتا ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر جلالین:

"تَوْحِيْدُ الضَّمِيْرِ لِتَلَازُمِ الرِّضَاءَيْنِ"

یعنی ضمیر کا واحد لایا جانا دونوں رضاؤں کے باہمی تلازم کے باعث ہے۔

پھر حاشیہ میں یہ عبارت بھی موجود ہے:

"لَمَّا كَانَ الظَّاهِرُ الْعَطْفَ بِالْوَاوِ يَقْتَضِي التَّثْنِيَةَ وَقَدْ اَفْرَدَهٗ وَجْهُهٗ بِاَنَّ رِضَاءَ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْفَكُّ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَنْ رِّضَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰی فَتَلَازُمُهَا جُعِلَا كَشَیْءٍ وَّاحِدٍ فَعَادَ عَلَيْهِمَا الضَّمِيْرُ الْمُفْرَدُ۔"

کہ "(وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ہیں) واؤ کے ظاہری عطف کا تقاضا یہ ہے کہ ضمیر صیغہ تثنیہ لایا جائے، حالانکہ یہاں صیغہ مفرد ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاء، اللہ تعالیٰ کی رضا سے منفک اور جداگانہ نہیں ہے۔ ان دونوں رضاؤں کے تلازم نے انہیں گویا ایک ہی شے بنا دیا ہے، اس لیے ضمیر مفرد لائی گئی ہے!"

صاحبِ کشاف علامہ زمخشریؒ لکھتے ہیں:

"اِنَّمَا وَحَّدَ الضَّمِيْرَ لِاَنَّهٗ لَا تَفَاوُتَ بَيْنَ رِضَاءِ اللّٰهِ وَرِضَاءِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ فِيْ حُكْمِ مَرْضِيٍّ وَّاحِدٍ۔" (کشاف ج ۲ ص ۲۸۵)

"ضمیر کو بصیغہ واحد لایا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رضاء اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاء میں کوئی فرق و تفاوت نہیں ہے، دونوں گویا ایک ہی کو راضی کرنے کے حکم میں ہیں!"

"طلوعِ اسلام" کی بنیادی غلطی:

یہاں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ اس آیت میں اور اسی صورت کی آگے آنے والی آیات میں مستعمل ضمیر واحد سے استدلال کرنے میں طلوعِ اسلام کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ وہ ضمیر واحد کا مرجع آیت میں مذکور ہستیوں میں سے کسی کو بھی نہیں بناتا، بلکہ خارج سے اس کا مرجع درآمد کرتا ہے۔ اس کے نزدیک یہ ضمیرِ واحد نہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہوتی ہے اور نہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف، بلکہ "مرکزِ ملت" کی طرف راجع ہوتی ہے۔ جس کا آیت میں سرے سے ذکر ہی نہیں ہے!

دوسری آیت:

اس سلسلے کی دوسری آیت یہ ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْہُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ۔" (الانفال : ۲۰)

"اے ایمان والو، اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اس سے منہ نہ موڑو بایں حال کہ تم سنتے ہو۔"

یہاں "تَوَلَّوْا عَنْہُ" میں ضمیر مجرور واحد لائی گئی ہے، حالانکہ اس سے قبل "اللہ اور رسول" دو ہستیوں کا ذکر ہے۔ آیت میں موجود قرینے کی بناء پر، اور دیگر مقامات پر موجود قرآنی دلائل کی بناء پر یہ مفرد ضمیر جس ایک مرجع کی طرف لوٹتی ہے وہ ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اولاً، اس لیے کہ آیت کے آخر میں "وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ" کے الفاظ موجود ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ سامعین نے خدا تعالیٰ کی آواز براہِ راست نہیں سنی، بلکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذریعہ سے دعوتِ دین کو سنا۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں ہے:

"رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ ۔ الآیۃ!" (آل عمران : ۱۹۳)

اے ہمارے پروردگار، ہم نے ایک منادی کو سنا جو ایمان کی ندا کرتا ہے!"

اس بناء پر آیت کے اس داخلی قرینے کی رو سے "لَا تَوَلَّوْا عَنْہُ" میں مذکور ضمیر مجرور، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹتی ہے۔

ثانیاً اس لیے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے ذریعہ ہی ممکن ہے (اور اس کے برعکس ممکن نہیں، اِلّا یہ کہ کوئی شخص خود نبی ہو) جیسا کہ قرآنِ مجید خود فرماتا ہے:

"مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ!" (النساء : ۸۰)

کہ "جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی!"

لہٰذا "لَا تَوَلَّوْا عَنْہُ" کی نہی ذاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے متعلق ہے! ______ اس آیت کے تحت صاحبِ کشاف کے یہ الفاظ قابلِ غور ہیں:

"اَلضَّمِیْرُ فِیْ (عَنْہُ) لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَنَّ الْمَعْنٰی اَطِیْعُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَقَوْلِہٖ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ۔"

کہ "(عَنْہُ) میں ضمیر (ہٗ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ معنیٰ یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔ جیسا کہ "وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ" (التوبۃ: ۶۲) میں بھی یہی مراد ہے۔"

تیسری آیت:

اس سلسلے کی تیسری آیت یہ ہے:

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ۔ الآیۃ!" (الانفال: ۲۴)

"اے ایمان والو، اللہ اور رسولؐ کی پکار پر لبیک کہو جب کہ وہ تمہیں بلائے!"

اس آیت میں بھی "اللہ" اور "رسول" کے ذکر کے بعد "دَعَاكُمْ" میں مضمر ضمیر فاعلی بصیغہ مفرد وارد ہوئی ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استجابت اور اللہ تعالیٰ کے لیے استجابت میں کوئی تفاوت نہیں ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بغیر ممکن نہیں، بالکل اسی طرح "استجابت لِلّٰهِ" استجابت للرّسولؐ کے بغیر ممکن نہیں، اس لیے "دَعَاكُمْ" میں ضمیر فاعلی کو مفرد لایا گیا ہے، جس کا مرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ کیونکہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کی ذمہ داری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر عائد کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

"اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ ۔ الآیۃ!" (النحل: ۱۲۵)

(اے نبیؐ، لوگوں کو) اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت سے بلائیے!"

اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ" (   ) کے خطاب سے نوازا ہے!۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ خود بھی داعی ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۔ الآیۃ!" (البقرۃ: ۲۲۱)

لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ دعوت بھی لسانِ رسولؐ ہی پر جاری ہو کر لوگوں تک پہنچتی ہے۔ اس لیے "دَعَاكُمْ" میں واحد کی ضمیر فاعلی صرف "رسولؐ" ہی کی طرف لوٹتی ہے، نہ کہ "مرکزِ ملت" کی طرف ــــ جیسا کہ بانی طلوعِ اسلام اور مدیرِ موصوف کا خیال ہے!ــــ کیونکہ "رسولؐ" نے یہ دعوت مکی دور میں اس وقت بھی دی تھی جب کہ ادارہ طلوعِ اسلام کے نزدیک "مرکزِ ملت" یا "نظام اسلامی" کا وجود ہی نہ تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھی آیت :

سورۂ نور کی یہ آیات ملاحظہ ہوں :

" وَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ وَ اِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ " (النور : ۴۸ - ۴۹)

"جب ان (منافقین) کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے، تو ایک گروہ ان میں سے اعراض کرتا ہے، اور اگر ان کا حق (کسی پر واجب آتا) ہو تو وہ اس کے ہاں سرِ تسلیم خم کئے چلے آتے ہیں"

اس آیت میں بھی "اللہ" اور "رسولؐ" کے ذکر کے بعد "لِيَحْكُمَ" میں فاعل کی ضمیر کو مفرد لایا گیا ہے۔ اور یہ صرف ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف راجع ہوتی ہے۔ یاد رکھیئے باہمی نزاعات میں فیصلے کے لیے بلائی جانے والی تمام آیات میں بطورِ اصول یہ بات قرآن مجید نے طے کر دی ہے کہ اگر "مدعو الیہ" کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی اور ہستی یا چیز بھی مقرون ہو، تو اس کے بعد واحد کی ضمیر کا مرجع صرف ذاتِ رسولؐ ہی ہو گی۔

ملاحظہ ہو سورۂ نساء کی یہ آیت :

" وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا "

(النساء : ۶۱)

"جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ چیز اور رسول اللہ کی طرف آؤ، تو آپؐ منافقین کو دیکھیں گے، وہ آپؐ سے کنی کترانے لگتے ہیں"

اس آیت میں دو چیزوں کی طرف بُلائے جانے کا ذکر ہے۔ ایک وہ جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے (مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ) اور دوسری ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان دونوں کے ذکر کے بعد صیغۂ غیب کی ضمیر مفرد بھی لائی جا سکتی تھی، جیسا کہ سابقہ آیات میں ہم واضح کر چکے ہیں۔ لیکن یہاں اگرچہ "رَاَيْتَ" میں ضمیر فاعلی اور "عَنْكَ"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں ضمیر مجرور واحد ہی ہیں، تاہم اس ضمیر کو صیغہ مخاطب میں پیش کر کے یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ فیصلے کرنے والی ذات، ذاتِ رسولؐ ہی ہے۔ جس کی طرف بلایا جاتا ہے اور جس کی طرف آنے سے منافقین گریزاں ہوتے ہیں، الا یہ کہ وہ محسوس کر لیں کہ فیصلہ ان کے حق میں ہوگا۔ پھر وہ بڑے مطیع فرمان بن کر عدالتِ نبوی میں حاضر ہوتے ہیں۔ پس جس طرح آیت (النساء: ۶۱) میں "رأیت" اور "عَنْكَ" سے ذاتِ رسولؐ مراد ہے بالکل اسی طرح سورہ النور کی آیت ۴۸-۴۹ میں "لِيَحْكُمَ" کے فاعل کی حیثیت سے اور "إِلَيْهِ" میں ضمیر مجرور کے مرجع کی حیثیت سے ذاتِ رسولؐ ہی مراد ہے نہ کہ کچھ اور!

پانچویں آیت:

سورۂ نور ہی کی ایک اور آیت ہے۔

"إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا - الآية!" (النور ۵۱)

کہ "اہل ایمان کو جب اللہ اور رسولؐ کی طرف بلایا جائے تاکہ وہ ان میں فیصلہ کر دے، تو ان کا قول یہی ہوتا ہے کہ ہم نے سنا اور اطاعت کر ڈالی"

اس آیت میں بھی بعینہٖ اسی دلیل کی بناء پر جو اس سے پہلی آیت کے ضمن میں بیان ہو چکی ہے، "لِيَحْكُمَ" میں ضمیر فاعلی کا مرجع ذاتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے، نہ کہ کچھ اور!

چھٹی آیت:

اس سلسلہ کی چھٹی آیت بھی سورۂ نور ہی میں واقع ہے:

"قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا - وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ -" (النور ۵۴)

(اے نبیؐ) آپ فرما دیجیے، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو رسولؐ پر وہ ذمہ داری ہے جو اس پر ڈالی گئی اور تم پر وہ کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو تم پر ڈالی گئی، اور اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت یاب ہو گے، اور رسولؐ پر تو یہ ذمہ داری ہے کہ وہ کھول کر پیغام پہنچا دے"!

اس آیت میں اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسولؐ کے ذکر کے بعد "عَلَيْهِ" میں ضمیر مجرور اور "تُطِيعُوهُ" میں ضمیر مفعول بصیغہ واحد لائی گئی ہیں۔ ان دونوں کا مرجع بھی ذاتِ رسولؐ ہی ہے۔ یہ دونوں اطاعتیں بظاہر دو ہیں لیکن اصلاً اور حقیقتاً ایک ہی اطاعت کے حکم میں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت، اس کے رسولؐ کی اطاعت سے جدا اور متفاوت نہیں ہے۔ ان میں پائے جانے والے تلازم کے باعث یہ دونوں اطاعتیں دراصل ایک ہی اطاعت کے تحت آگئی ہیں اور وہ ہے رسولؐ کی اطاعت، جس کے بغیر خدا کی اطاعت ممکن نہیں ہے اس لیے اس ضمیر مفرد کی بناء پر اللہ کو الوہیت اور رسول کو رسالت کے منصب سے گویا معزول کر کے، ان دو ہستیوں کی بجائے کسی نئی اور واحد شخصیت کو "مرکزِ ملت" کے نام سے ان کا قائم مقام قرار دینا، عرفِ عام، شریعتِ اسلامیہ، لغاتِ عربیہ، محاوراتِ عرب اور قواعدِ زبان، ہر لحاظ سے غلط ہے۔

آیت (التوبۃ: ۷۴) پر بحث:

سورہ توبہ کی آیت ۷۴ کے تحت مدیر موصوف لکھتے ہیں:

"اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ"

یہاں بھی اللہ اور اس کے رسول کے لیے واحد کی ضمیر (ہٗ) لائی گئی ہے یعنی خالق اور مخلوق کا ذکر کر کے ان کے لیے واحد کی ضمیر لائی گئی ہے تو اس سے اسلامی نظام کے علاوہ اور کیا مراد ہو سکتا ہے کیونکہ یہ نظام، اللہ تعالیٰ کے پیغام کے ذریعے اس کے پیغمبر نے اس دنیا میں قائم کیا تھا"

(طلوعِ اسلام اگست ۱۹۸۸ء ص ۴۷)

یہاں صیغہ واحد غیب کی دو ضمیریں موجود ہیں۔ ایک ضمیر مرفوع (ہٗ) جو "رَسُوْلُهٗ" میں واقع ہے اور قطعی طور پر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف راجع ہوتی ہے۔ جب کہ مدیر موصوف نے اس ضمیر کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ اسلامی نظام کی طرف راجع ہے جو قطعی غلط ہے۔ اور دوسری ضمیر مجرور (ہٖ) لفظ "فَضْلِهٖ" میں موجود ہے اور یہ بھی بلاشک وشبہ،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ ہی کی طرف راجع ہوتی ہے۔ اس طرح اس آیت کا معنیٰ یہ بنتا ہے ـــــ اللہ نے اپنے فضل سے اور اس کے رسولؐ نے (بھی اللہ کے فضل سے) لوگوں کو غنی کر دیا ہے" ـــــ جب کہ مدیر طلوع اسلام کے موقف کی بناء پر آیت کا ترجمہ یوں ہوگا ـــــ مرکزِ ملت (کیونکہ ان کے نزدیک اللہ اور رسول سے مراد مرکزِ ملت ہی ہے۔) نے لوگوں کو اپنے فضل سے (نہ کہ اللہ کے فضل سے) غنی کر دیا ہے" ـــــ یہ ترجمہ صریحاً غلط ہے۔ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ "فضل" مرکزِ ملت کے دستِ اختیار میں ہے جب کہ قرآن کریم کا یہ قطعی فیصلہ ہے کہ فضل صرف اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے۔

" اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ " (الحدید:۲۹)

اہل کتاب کو یہ دعویٰ تھا کہ وہ اللہ کے فضل کے اجارہ دار ہیں۔ لیکن قرآن مجید نے واضح فرمایا کہ:

" لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ۔

(الحدید: ۲۹)

علاوہ ازیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ اعلان کروایا گیا۔

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (آل عمران:۷۳)

لوگوں کو بھی یہی حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے فضل کو اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کریں

" وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ (النساء:۳۲)

ان وجوہ کی بناء پر آیت زیر بحث میں " فضلہ " میں واقع ضمیر مجرور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف راجع ہوتی ہے نہ کہ کسی مرکزِ ملت کی طرف!

مزید یہ کہ آیت زیر بحث میں آخری ضمیر مجرور کے تنہا اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہونے کی قطعی دلیل یہ ہے کہ ایک دوسرے مقام پر اس ضمیر کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹایا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ" (التوبۃ ۲۸)

اس آیت میں یہ ضمیر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف راجع ہے۔ مدیر طلوع اسلام کو غالباً اس وجہ سے یہ غلط فہمی لاحق ہوگئی کہ آیت (التوبۃ: ۷۴) کی ترکیب میں " اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ اور " مِنْ فَضْلِهٖ " کے درمیان " وَرَسُوْلُهٗ " نے کچھ فاصلہ حائل کر دیا ہے حالانکہ یہ غلط فہمی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورۂ توبہ ہی کی ایک دوسری آیت سے دور ہو جاتی ہے، جس میں "وَرَسُوْلُهٗ" کے معطوف کو مؤخر کر کے اس فاصلہ کو ختم کر دیا گیا ہے:

"سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ" (التوبۃ: ۵۹)

ان وجوہ کی بناء پر یہ بات قطعی طور پر طے ہو جاتی ہے کہ "اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ" میں واحد غیب کی یہ ضمیر مضاف الیہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف راجع ہوتی ہے نہ کہ کسی اور طرف۔

ضمیرِ واحد کے استعمال کی دوسری صورت کی مثالیں:

توحیدِ ضمیر کی دوسری صورت میں یہ ضمیر مفرد دونوں مذکور چیزوں کی طرف فرداً فرداً لوٹتی ہے۔ قطع نظر اس سے کہ ان میں سے کوئی مرجع تذکیر و تانیث کے اعتبار سے ضمیر مفرد سے مطابقت رکھتا ہے یا نہیں۔ ـــــــ کلامِ عرب اور کلام اللہ میں اس کی بھی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں۔

کلامِ عرب میں سے اس کی نظیر یہ شعر ہے:

ے اِنَّ شَرْخَ الشَّبَابِ وَالشَّعْرَ الْاَسْوَدَ

مَالَمْ يُعَاصَ كَانَ جُنُوْنًا

اس شعر میں "لَمْ يُعَاصَ" واحد کا صیغہ ہے۔ تثنیہ کے اعتبار سے "لَمْ يُعَاصِيَا" ہونا چاہیئے، کیونکہ اس سے قبل دو چیزوں، اٹھتی ہوئی جوانی (شرخ الشباب) اور سیاہ بال (الشعر الاسود) کا ذکر ہے۔ "لَمْ يُعَاصَ" میں مضمر ضمیر واحد فرداً فرداً دونوں مذکورہ چیزوں کی طرف راجع ہوتی ہے۔

دوسری مثال:

دوسری مثال میں کلامِ عرب کا درج ذیل شعر ملاحظہ فرمائیے:

ے نَحْنُ بِمَا عِنْدَنَا وَاَنْتَ بِمَا

عِنْدَكَ رَاضٍ وَالرَّأْيُ مُخْتَلِفٌ

اس شعر میں "نَحْنُ" (ہم) اور "اَنْتَ" (تو) دونوں اسماءِ ضمیر کی خبر کے طور پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صیغہ واحد کا اسم فاعل "رَاضٍ" لایا گیا ہے جو "نَحْنُ" (ہم) اور "اَنْتَ" (تو) دونوں سے فرداً فرداً وابستہ ہوتا ہے۔

تیسری مثال:

تیسری مثال قرآنِ کریم سے پیش کی جا رہی ہے ـــــ قرآن کریم میں اگرچہ اس کی بہت سی مثالیں ہیں لیکن ہم صرف دو مثالوں پر اکتفاء کریں گے، پہلی مثال سورۂ جمعہ کی یہ آیت ہے:

"اِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً اَوْ لَھْوًا نِ انْفَضُّوْٓا اِلَیْھَا - الآیۃ!"

(الجمعۃ : ۱۱)

"جب انہوں نے تجارت اور کھیل تماشا ہوتے دیکھا تو اس کی طرف لپک گئے"

اس آیت میں "تجارت" اور "کھیل" دو چیزوں کا ذکر ہے۔ لیکن ان دونوں کے بعد "اِلَیْھَا" میں "ھَا" کی ضمیر (مفرد لائی گئی ہے، جو فرداً فرداً دونوں مذکور چیزوں کی طرف لوٹتی ہے۔ اس ضمیر کی تانیث میں مرجع بعید کا لحاظ رکھا گیا ہے جو "تجارت" ہے۔

چوتھی مثال:

اس سلسلے کی چوتھی مثال سورۂ توبہ کی درج ذیل آیت ہے:

"وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ - الآیۃ!" (التوبۃ : ۳۴)

"اور جو لوگ سونے اور چاندی کا ذخیرہ کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔۔۔"!

اس آیت میں بھی دو چیزوں کا ذکر ہے "اَلذَّھَبَ (سونا) اور "اَلْفِضَّۃَ" (چاندی) اس کے بعد "یُنْفِقُوْنَھَا" میں ضمیر مفعول (ھَا) کو مفرد لایا گیا ہے۔ یہ ضمیر بھی فرداً فرداً دونوں چیزوں (سونا اور چاندی) کی طرف راجع ہوتی ہے۔ اس آیت میں ضمیر کی تانیث میں مرجع قریب (اَلْفِضَّۃَ) کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ جب کہ سورۂ جمعہ والی آیت میں مرجع بعید کا لحاظ رکھا گیا ہے! ـــــ ان دونوں آیات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ضمیر کے دونوں مراجع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے ایک مرجع (خواہ وہ قریب ہو یا بعید کا) تذکیر و تانیث کے اعتبار سے اگر ضمیر کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا تو اس میں بھی مضائقہ نہیں ہے۔ اب دیکھئے سورۂ جمعہ کی آیت میں "بھو" مذکر ہے جب کہ اِلَیْھَا میں ضمیر مجرور مؤنث واقع ہوئی ہے اور یہاں الذَّھَبَ اگرچہ مذکر ہے لیکن "یُنْفِقُوْنَھَا" میں واقع ضمیر مفعول مؤنث ہے۔

الغرض، بانی طلوع اسلام اور مدیر موصوف کا یہ نظریہ قطعی غلط ہے کہ دو اشیاء (یا دو ہستیوں) کے ذکر کے بعد اگر ضمیر واحد لائی جائے تو اس کا مرجع خارج سے درآمد کر لیا جائے ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ مدیر موصوف ان دونوں آیات (التوبۃ: ۲۴۔ اور ۱۱) میں اپنی "نکتہ رسی" کی بنیاد پر کون سا خارجی مرجع درآمد کرتے ہیں۔

مدیرِ موصوف جواب دیں:

میں نے اپنے گذشتہ مضمون میں پرویز صاحب کے موقف کی لغویت واضح کرنے کے لیے مدیر موصوف سے چار سوالات کئے تھے، تاکہ اپنے نقطہ نظر کی روشنی میں ان کا جواب دیں۔ لیکن مدیر موصوف نے ان کا جواب دینا تو درکنار، ان کا ذکر تک نہ کیا، کہ کہیں طلوعِ اسلام کے قارئین پر اس نظریئے کی لغویت واضح نہ ہو جائے، یہ محض چار سوال ہی نہ تھے ان کے نقطۂ نظر کی غلطی پر محکم دلائل بھی تھے۔ میں انہیں مدیر موصوف کے سامنے دوبارہ پیش کئے دیتا ہوں تاکہ اگر تب نہیں تو اب بھی ان کا سامنا کریں۔

پہلا سوال:

اللہ اور رسول کی اطاعت سے مراد اگر نظامِ اسلامی کے مرکز کی اطاعت مراد لی جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب نظامِ اسلامی ہنوز قائم ہی نہ ہوا تھا تو اس وقت "اللہ اور رسول" کی اطاعت کا کیا مفہوم تھا؟ مثلاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برپا کی ہوئی تحریک کے نتیجہ میں اسلامی نظام کا قیام تو پرویز صاحب کے نزدیک مدنی دور میں ہوا تھا۔ وہ خود رقمطراز ہیں:

"فتح مکہ کے بعد مسلمانوں کی حقیقی حکومت کی بنیاد پڑتی ہے"

(معارف القرآن ج ۴ ص ۵۶۸)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ہجرت کے بعد اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی گئی وہ آہستہ آہستہ مستحکم بھی ہوتی گئی ..... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی کے ابتدائی آٹھ سال میں صورت یہ تھی کہ اسلامی مملکت قائم تھی"

(تفسیر مطالب الفرقان ج ۶ ص ۱۲۹)

اب سوال یہ ہے کہ اگر نظامِ اسلامی" یا "اسلامی حکومت" کا قیام، فتح مکہ کے بعد ہوتا ہے یا ہجرت کے فوراً بعد ہی ہو جاتا ہے تو آخر مکی دور میں نازل ہونے والی ان آیات کا کیا مفہوم ہوگا جن میں اللہ اور رسول" کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے؟ کیونکہ اطاعتِ خدا اور رسول کا حکم تو مکی دور میں بھی لازم تھا اور مدنی دور میں بھی! ـــــ مدنی دور میں "اللہ اور رسول" سے مراد اگر نظامِ اسلامی" لیا جائے تو مکی دور میں اس نظام کا موجود نہ ہونا کیا یہ معنیٰ رکھتا ہے کہ اس وقت "اللہ اور رسول" کا وجود ہی نہ تھا اور لوگوں کو خواہ مخواہ "اللہ اور رسول" کی نافرمانی پر جہنم کی وعید سنائی گئی؟

دوسرا سوال:

عہدِ نبوی اور خلافتِ راشدہ میں وسیع و عریض دنیا پر پھیلی ہوئی مملکت بہرحال ایک مرکز کے ماتحت تھی۔ آج عالمِ اسلام انتشار کا شکار ہے اور مسلمان سلطنتیں بیسیوں مراکز میں بٹ چکی ہیں۔ اب کیا ہم ہر مسلم سلطنت کے لیے جدا جدا "اللہ اور رسول" تسلیم کریں یا ان سب کے لیے ایک ہی "اللہ اور رسول" کو تسلیم کریں؟ ـــــ کیا یہ سب "اللہ اور رسول" اپنی جگہ خود معیارِ حق ہوں گے یا ان سے بالاتر بھی کوئی "اللہ اور رسول" ہوگا، جس کے سامنے بصورتِ نزاع باقی سب "اللہ اور رسول" سر جھکا دیں گے؟ ـــــ کیا آپ پوری ملتِ اسلامیہ کو ایک ہی "اللہ اور رسول" کے تابع رکھیں گے یا جملہ ممالک کے لیے متعدد اور متفرق "خداؤں اور رسولوں" کا وجود مانیں گے؟ ـــــ اگر آپ ساری دنیا کے مسلمانوں کو ایک ہی "اللہ اور رسول" کی تابعداری میں رکھنا چاہیں گے تو آیا اس مقصد کے لیے آپ تلوار سونت کر میدانِ حرب و قتال میں آئیں گے تاکہ ایک "اللہ اور رسول" کے سوا باقی تمام "اللہ اور رسول" (مرکزِ ملت) فنا کے گھاٹ اتر جائیں؟ یا آپ الیکشن کے ذریعہ کسی ایک "اللہ اور رسول" کو منتخب کر لیں گے؟ ـــــ کیا ہی اچھا ہوتا اگر پرویز صاحب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی زندگی میں ہی ان الجھنوں کو حل کر جاتے یا اب ادارہ طلوعِ اسلام ہی اس فریضہ کو انجام دے ڈالے؟

تیسرا سوال:

نظامِ اسلامی کے مرکز کو "اللہ اور رسول" قرار دینے سے ایسی بدترین آمریت پیدا ہو جاتی ہے جس کا تصور تک فرعون، نمرود، ہلاکو خاں، ہٹلر اور مسولینی کو بھی نہ سوجھا تھا۔ پرویز صاحب ساری عمر عیسائیت اور یہودیت کی مذہبی پیشوائیت کو اسلام کے کھاتے میں ڈال کر یہ تاثر اچھالتے رہے ہیں کہ مسلمانوں میں بھی یہی کچھ ہوتا رہا اور علماء امت اپنے فیصلے کو اپنا فیصلہ قرار نہیں دیتے تھے، بلکہ اسے "خدا اور رسول" کا فیصلہ قرار دیتے تھے۔ اس لیے کسی کی مجال نہیں تھی کہ اس سے سرتابی کر سکے۔ عوام کا بے پناہ ہجوم (خدا اور رسول کے نام پر مٹنے کے لیے) ان کے ساتھ ہوتا تھا اس سے ایسی تھیاکریسی وجود میں آگئی جس کی مثال نہیں ملتی۔

(مخلص از مطالب الفرقان ج ۴ ص ۳۴۲)

تھیاکریسی کی اس تصویر کے مطابق بھی، جو پرویز صاحب کے موٹے قلم سے تیار ہوئی ہے بات یوں بنتی ہے کہ ـــــ علماء کرام اپنے فیصلے کو اپنا فیصلہ قرار نہیں دیتے تھے، بلکہ اسے خدا اور رسول کا فیصلہ کہہ کر صادر کرتے تھے" ـــــ لیکن خود پرویز صاحب نے جس تھیاکریسی کو جنم دیا ہے، اس میں خود مرکزِ ملت ہی "اللہ اور رسول" بن جاتا ہے اب اگر کوئی شخص "مرکزِ ملت" کی غلطی پر ٹوکتے ہوئے اسے یہ کہے کہ ـــــ "آپ کا یہ اقدام غلط ہے، خدا اور رسول کا حکم یہ ہے اور آپ یہ کر رہے ہیں" ـــــ تو "مرکزِ ملت" پلٹ کر جواب دے گا کہ ـــــ "کہ آپ کس خدا اور رسول کی بات کر رہے ہیں؟ خدا اور رسول کا تو معنیٰ ہوتا ہے مرکزِ نظامِ اسلامی۔ وہ "مرکزِ ملت" ہونے کی بناء پر اپنے زمانے میں "خدا اور رسول" تھے تو ہم اپنے زمانے کے "مرکزِ ملت" ہونے کی بناء پر "خدا اور رسول" ہیں۔ ہم گذشتہ زمانوں کے "خدا اور رسول" کے فیصلوں کے پابند نہیں ہیں!" ـــــ اس طرح پرویز صاحب کے مرکزِ ملت کا یہ تصور، جسے وہ بڑا معرکۃ الآرا تصور سمجھتے ہوئے پیش کرتے رہے ہیں "خدا اور رسول" کے نام کو اپنے لیے مخصوص کرتے ہوئے اور "خدا اور رسول" کے منصب پر براجمان ہوتے ہوئے وہ کچھ کرے گا جس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی مثال دنیا کی کسی تھیا کریسی میں نہیں ملتی ——— یقیناً وہ شخص بڑا ظالم ہے جو خدا اور سول کا نام لے کر اپنا حکم چلاتا ہے، لیکن اس سے بھی بڑھ کر ظالم وہ شخص ہے جو "مرکزِ ملت" کی خود ساختہ اصطلاح کی آڑ میں خود "خدا ورسول" بن بیٹھتا ہے اور اپنا حکم چلاتا ہے۔

چوتھا سوال:

"اللہ اور رسول" سے "مرکزِ ملت" مراد لینے کی غلطی اس امر سے بھی واضح ہے کہ اس معنیٰ میں حکومت کی اطاعت کی طرف تو دعوت دی جاسکتی ہے مگر "مرکزِ ملت" پر ایمان لانے کی دعوت ایک بعید از کار سی بات ہے۔

جب کہ قرآن کریم فرماتا ہے:

۱۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۔ الآیۃ!" (النساء: ۱۳۶)

"اے ایمان والو، اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ!"

۲۔ " وَلَوْ کَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِیِّ ۔۔۔۔!" (المائدہ: ۸۱)

"اگر وہ لوگ اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے تو ۔۔۔۔!"

۳۔ وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ ۔" (المائدۃ: ۱۱۱)

"جب میں نے حواریوں کو وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ!"

۴۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ ۔ الآیۃ!" (الاعراف: ۱۵۸)

"پس تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔

۵۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا ۔ الآیۃ! (۴۹/۱۵)

"بے شک اہل ایمان تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائیں۔"

یہ وہ آیات ہیں کہ جن میں پرویز صاحب اپنی انتہائی کوشش کے باوجود "مرکزِ ملت" کا معنیٰ نہیں کھپا سکے۔

علاوہ ازیں اگر "اللہ اور رسول" پر ایمان" کا معنیٰ "مرکزِ ملت" پر ایمان لانا" سمجھا جائے تو ایمانیات کی تعداد چار رہ جاتی ہے: (۱) مرکزِ ملت (۲) کتاب پر ایمان (۳) فرشتوں پر ایمان (۴) آخرت پر ایمان۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب اگر طلوعِ اسلام یہ کہتا ہے کہ جن آیات میں ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کا ذکر ہے ان میں "اللہ اور رسول" سے مراد "مرکزِ ملت" نہیں ہے بلکہ ہستی باری تعالیٰ اور ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہے، لیکن جن آیات میں خدا و رسول کی اطاعت وغیرہ کا ذکر ہے وہاں اس سے مراد "مرکزِ ملت" ہے، تو ہم نہیں جانتے کہ طلوعِ اسلام کے پاس اس ثنویت کی قرآنی دلیل کیا ہے؟

مدیر موصوف کا بیجا اعتراض:

اپنے مضمون میں مدیر طلوع اسلام ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

"حیرت کی بات یہ ہے کہ سورۃ النساء کی آیت ۵۹ کے یہ معانی صرف پرویز صاحب نے ہی بیان نہیں کئے بلکہ جدید و قدیم تمام مفسرین نے بیان کئے ہیں[1]۔ اس سلسلے میں، پرویز صاحب نے اسی آیت کی تفسیر کے حاشیے میں سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا بھی ایسا ہی مسلک ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

"زمین سے مراد یہاں وہ ملک یا علاقہ ہے جس میں امن و امان قائم کرنیکی ذمہ داری اسلامی حکومت نے لے رکھی ہو اور خدا اور رسول سے لڑنے کا مطلب

---

[1] سورہ نساء، آیت ۵۹ کے یہ معنی قدیم و جدید مفسرین میں سے کسی ایک نے بھی بیان نہیں کئے ہیں۔ یہ ایک قطعی خلاف حقیقت بات ہے۔ خود طلوع اسلام نے مولانا ثناء اللہ امرتسری، امام رازی، سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، بغوی اور بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جو عبارتیں درج کی ہیں ان میں سے ایک بھی عبارت سورہ نساء آیت ۵۹ سے متعلق نہیں ہے۔ پھر ان عبارتوں کو بھی اصل سیاق و سباق سے کاٹ کر (ایک غلط موقع و محل میں) توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے، جیسا کہ آگے چل کر مودودی صاحب کی عبارت کے سلسلہ میں واضح کیا گیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ایسا کرتے وقت، خوفِ خدا اور آخرت میں جوابدہی کا احساس مدیر طلوع اسلام کے قریب بھی نہیں پھٹکا ہوگا!

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس نظام صالح کے خلاف جنگ کرنا ہے جو اسلام کی حکومت نے ملک میں قائم کر رکھا ہو۔ (تفہیم القرآن ج ۱ ص ۴۶۵)

اہل حدیث علماء نے جس آیت کی تفسیر کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ اسی آیت کے نیچے مودودی صاحب کی تفسیر کا یہ اقتباس بھی دیا گیا ہے .... لیکن ان صالح حضرات نے پرویز صاحب پر تو کیچڑ اچھالا ہے لیکن مودودی صاحب کا نام تک نہیں لیا۔ کیا یہ اہل حدیث اخلاقیات کا حصہ ہے۔

(طلوعِ اسلام اگست ۱۹۸۸ء ص ۴۸)

ڈاکٹر عبدالودود، مودودی اور پرویز:

ہاں! یہ بات درست ہے کہ میں نے اپنے سابقہ مضمون میں مودودی صاحب کا نام تک نہ لیا تھا، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ مودودی صاحب کی زندگی ہی میں آپ کے ادارہ طلوع اسلام سے وابستہ ایک ممتاز فرد جناب ڈاکٹر عبدالودود صاحب نے ان کی (پوری عبارت نقل کرنے کی بجائے) ادھوری[1] عبارت پیش کر کے بعینہٖ یہی استفسار کیا تھا جو آج طلوعِ اسلام کر رہا ہے۔ مودودی صاحب نے اس کا جو جواب دیا تھا اس سے اس مغالطہ کی قلعی کھل جاتی ہے جو طلوعِ اسلام سے وابستہ حضرات، مودودی صاحب کے ادھورے اقتباس کی آڑ میں دیا کرتے ہیں۔ اس لیے ہم ڈاکٹر عبدالودود صاحب کا اعتراض اور پھر مودودی صاحب کا جواب ان کے اپنے قلم سے پیش کئے دیتے ہیں تاکہ قارئین کرام اصل حقیقت سے آگاہ ہو جائیں

ڈاکٹر عبدالودود صاحب نے مودودی صاحب کو اپنے آخری خط میں لکھا تھا:

"یہ جو میں نے کہا ہے کہ "خدا اور رسول" سے مراد، اسلامی نظام ہے، تو یہ میری اختراع نہیں، اس کے مجرم آپ بھی ہیں۔ آپ نے اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں سورۂ

---

[1] یاد رہے کہ جس طرح ڈاکٹر عبدالودود صاحب نے اس وقت ادھوری عبارت نقل کی تھی، اسی طرح آج مدیرِ طلوع اسلام نے بھی "تفہیم القرآن" سے ادھورا اقتباس پیش کیا۔ اور "مفکرِ قرآن"، صاحب نے بھی خوفِ خدا کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سورۂ نساء آیت ۵۹ کی تفسیر میں ادھوری عبارت ہی درج کی ہے! ـــــ دوسروں کو "بد دیانتی" کا الزام دینے والوں کے نزدیک شاید دیانتداری کا یہی مفہوم ہے!

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مائدہ کی آیت ——— "اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ...."
کی تشریح کرتے ہوئے لکھا تھا ——— "اللہ اور رسول سے لڑنے کا مطلب اس صالح نظام کے خلاف جنگ کرنا ہے جو اسلام کی حکومت نے ملک میں قائم کر رکھا ہو، ایسا نظام جب کسی سرزمین میں قائم ہو جاتا ہے تو اس کو خراب کرنے کی سعی کرنا دراصل خدا اور اس کے رسول کے خلاف جنگ ہے ۱ ———

ذرا غور فرمائیے، اگر میں "خدا اور رسول" سے مراد، اسلامی حکومت لوں تو ہدفِ طعن و تشنیع بن جاؤں اور اس سے آپ وہی مراد لیں تو مفسرِ قرآن کہلائیں"

(بحوالہ ترجمان القرآن، منصبِ رسالت نمبر ۱۷۱)

اس وقت مودودی صاحب نے ڈاکٹر صاحب کے جواب میں لکھا تھا:

"یہاں پھر ڈاکٹر صاحب نے میرے سامنے میری ہی عبارت کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے، اصل عبارت یہ ہے ———

"ایسا نظام جب کسی سرزمین پر قائم ہو جائے تو اس کو خراب کرنے کی سعی کرنا، قطع نظر اس کے کہ وہ چھوٹے پیمانے پر قتل و غارت اور رہزنی و ڈکیتی کی حد تک ہو یا بڑے پیمانے پر اس صالح نظام کو الٹنے اور اس کی جگہ کوئی فاسد نظام قائم کر دینے کے لیے ہو، دراصل خدا اور رسولؐ کے خلاف جنگ ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسے تعزیراتِ ہند میں، ہر اس شخص کو جو برطانوی حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کرے بادشاہ کے خلاف لڑائی کا مجرم قرار دیا گیا ہے، چاہے اس کی یہ کارروائی ملک کے کسی دور دراز گوشے میں ایک معمولی سپاہی ہی کے خلاف کیوں نہ ہو اور بادشاہ اس کی دسترس سے کتنا ہی دور ہو ———

تفہیم القرآن سے خود اپنا اقتباس پیش کرنے کے بعد مودودی صاحب نے لکھا تھا:

"اب ایک معمولی سمجھ بوجھ کا آدمی بھی خود دیکھ سکتا ہے کہ بادشاہ کی نمائندگی کرنے والے سپاہی کے خلاف جنگ کو بادشاہ کے خلاف جنگ قرار دینے اور سپاہی کو خود بادشاہ قرار دینے میں کتنا بڑا فرق ہے؟ ایسا عظیم فرق ان دو باتوں میں ہے کہ ایک شخص اللہ اور رسول کے نظامِ مطلوب کو چلانے والی حکومت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے خلاف کارروائی کو اللہ اور رسول کے خلاف کارروائی قرار دے اور دوسرا شخص یہ دعویٰ کرے کہ یہ حکومت خود "اللہ اور رسول" ہے۔ اس فرق کی نزاکت پوری طرح سمجھ میں نہیں آسکتی جب تک آپ ان دونوں کے نتائج پر تھوڑا سا غور نہ کرلیں۔ فرض کیجیے کہ اسلامی حکومت کسی وقت ایک غلط حکم دے بیٹھتی ہے جو قرآن و سنت کے خلاف پڑتا ہے۔ اس صورت حال میں میری تعبیر کے مطابق تو عام مسلمانوں کو اٹھ کر یہ کہنے کا حق پہنچتا ہے کہ ــــ "آپ اپنا حکم واپس لیجیے کیونکہ آپ نے اللہ اور رسول کے فرمان کی خلاف ورزی کی ہے۔ اللہ نے قرآن میں یہ فرمایا ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے یہ ثابت ہے اور آپ اس سے ہٹ کر یہ حکم دے رہے ہیں لہٰذا آپ اس معاملہ میں اللہ اور رسول کی صحیح نمایندگی نہیں کرتے!" ــــ مگر منکرینِ حدیث کی تعبیر کے مطابق اسلامی حکومت خود ہی اللہ اور رسول ہے۔ لہٰذا مسلمان اس کے کسی حکم کے خلاف یہ استدلال لانے کا حق نہیں رکھتے۔ جس وقت وہ یہ استدلال کریں گے اس وقت حکومت یہ کہہ کر ان کا منہ بند کردے گی کہ ــــ اللہ اور رسول ہم خود ہیں جو کچھ ہم کہیں اور کریں، وہی قرآن بھی ہے اور سنت بھی!"

(ترجمان القرآن، منصبِ رسالت نمبر ص ۱۷۲-۱۷۱)

یہ ہے وہ بنیادی فرق جو اسلامی نظام کے امیر و امام اور طلوعِ اسلام کے "مرکزِ ملت" میں پایا جاتا ہے اور جسے مولانا مودودیؒ کے پورے اقتباس اور پھر ان کی اپنی وضاحت نے خوب نمایاں کردیا ہے۔ اور پھر داد دیجیے پرویز صاحب کو، اور ان کے ادارے سے وابستہ دیگر حضرات کو، جو ستمبر ۱۹۶۱ء میں مودودی صاحب کی طرف سے کی گئی اس وضاحت کے بعد بھی اب تک ان کے ادھورے اقتباس کو توڑ مروڑ کر اپنے باطل موقف کے حق میں استعمال کرتے چلے جارہے ہیں۔ دیا در ہے کہ پرویز صاحب نے آیت (النساء: ۵۹) کی تفسیر کے تحت حاشیہ میں ادھورا اقتباس نقل کیا ہے، حالانکہ یہ تفسیر (مطالب الفرقان جلد چہارم) پہلی مرتبہ نومبر ۱۹۸۱ء میں شائع ہوئی، یعنی مودودی صاحب کی وضاحت کے اکیس سال (دو ماہ بعد)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلوع اسلام اور بٹائی کا مسئلہ:

اپنے مضمون کے آخر میں، مدیر طلوعِ اسلام نے فرمایا ہے کہ:

"اگر یہ حضرات، اسلامی علوم کے بارے میں تحقیق کے سلسلہ میں مخلص ہیں اور ہم کئی دفعہ ان کی توجہ ملکت و ملت کو درپیش اہم ترین مسئلہ کی طرف دلا چکے ہیں، جن کی وجہ سے کروڑوں اہلِ وطن کی زندگیاں ان کے لیے عذاب بن چکی ہیں اور وہ ہے غیر حاضر زمینداری یعنی بٹائی کا معاملہ کہ جسے رسول اللہ نے اپنی زبانِ مبارک سے سود قرار دیا تھا، لیکن یہ حضرات ہمارے بار بار توجہ دلانے پر بھی اس سے دانستہ چشم پوشی اس لیے کرتے ہیں کہ (شاید) ان مسائل سے تحقیق کرنے سے ان کے مالی مفادات متاثر ہوتے ہیں، حالانکہ رسول اللہ نے زمین کی بٹائی کے جس[1] معاملے کو خالص سود قرار دیا تھا، آج جدید معاشیات کی علمی تحقیق کے ذریعے بھی اس کی سچائی ثابت ہو چکی ہے۔ لیکن حیرت کی بات ہے کہ یہ حضرات رسول اللہ کی ایسی سچی احادیث کہ، جن سے کروڑوں اہلِ وطن کو فائدہ پہنچتا ہو۔ ان کا بغیر کسی دلیل کے انکار کر دیتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حالانکہ پرویز صاحب بھی بٹائی کے سود ہونے کے بارے میں مذکورہ بالا احادیث کو صحیح تسلیم کرتے تھے کیونکہ وہ قرآنی تعلیمات کے عین مطابق ہیں۔" (طلوعِ اسلام اگست ۱۹۸۸ء ص ۵۱)

پرویز صاحب، بہرحال، ایک ذہین شخص تھے۔ وہ پہلے اپنی طرف سے ایک مفہوم گھڑ کر قرآن کے سر تھوپ دیتے تھے، پھر اس خود ساختہ مفہوم کو معیار مان کر یہ فیصلہ کیا کرتے تھے کہ کونسی حدیث (مطابق قرآن ہونے کی بنا پر) صحیح ہے اور کون سی غلط ہے؟ پھر چونکہ انسانی

---

[1] "رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کی بٹائی کے جس معاملے کو خالص سود قرار دیا تھا"۔ مدیر موصوف کے یہ الفاظ صاف ظاہر کرتے ہیں کہ زمین کی بٹائی کا وہ ایک خاص معاملہ تھا، جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود قرار دیا تھا۔ اور یہی حقیقت بھی ہے کہ آپ نے مطلق بٹائی کو نہیں، بلکہ اس کی ایک مخصوص صورت کو ناجائز بلکہ سود تک قرار دیا تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیالات اور بشری افکار وقت کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں، اس لیے پرویز صاحب کی قرآنی تشریحات بھی ساری عمر تغیر و تبدل کا شکار رہی ہیں، پرویز صاحب کے فضائے دماغی میں ایک لہر اٹھی تو بٹائی کا ہی معاملہ جائز قرار پا گیا۔ چنانچہ خود انہوں نے لکھا:

"یہودیوں کی درخواست پر زمین ان کے قبضہ میں رہنے دی گئی اور نصف بٹائی پر ان سے معاملہ طے ہوا۔ جب تقسیم پیداوار کا وقت آتا تو آپ کسی صحابی کو بھیج دیتے وہ پیداوار کے دو حصے کر کے یہود سے کہتے "جونسا حصہ تم چاہتے ہو لے لو"۔ یہود اس عدل پر متحیر ہوتے اور کہتے کہ زمین و آسمان اسی عدل سے قائم ہیں۔" (معارف القرآن از پرویز جلد چہارم ص)

—— لیکن جب مارکسزم کا جادو ان کے سر پر چڑھ کر بولنے لگا، اور ان کے قلب و ذہن "صِبْغَةَ اللّٰهِ" کی بجائے اشتراکیت کے رنگ میں مصبوغ ہوئے، تو ساون کے اندھے کی طرح جسے ہر طرف ہرا ہی ہرا سوجھتا ہے۔ انہیں اشتراکیت اور قرآن کا معاشی نظام ایک سا نظر آنے لگا، اور وہ پکار اٹھے کہ:

"جہاں تک کمیونزم کے معاشی نظام کا تعلق ہے، وہ قرآنِ کریم کے تجویز کردہ معاشی نظام کے مماثل ہے۔" (نظام ربوبیت ص ۲۵۸)

اب ان کے فضائے دماغی میں ایک دوسری لہر اٹھی، جس کے تحت، انہیں خیبر کی بٹائی کے معاملے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا فعل خلافِ قرآن نظر آنے لگا، اور وہ احادیث، جن میں ایک مخصوص نوعیت کی بٹائی کو ناجائز قرار دیا گیا تھا، انہیں مطلق بٹائی کے حق میں ناجائز قرار دے کر قبول کر لیا گیا۔ کیونکہ اب یہ احادیث، پرویز صاحب کی قرآنی بصیرت کی روشنی میں قرآن اور جدید معاشی نظریات کے مطابق درست قرار پا گئی ہیں۔

پرویز صاحب، اپنی عمر بھر کی قرآنی تحقیق کا ذکر اپنی تصانیف میں اکثر کیا کرتے تھے اس قرآنی تحقیق کا خلاصہ اور لبِ لباب یہ ہے کہ وہ ساری عمر قرآنِ کریم کو اپنی بدلتی ہوئی آراء کا تختہ مشق بناتے رہے ہیں۔ اور جس طرح زمانہ سال بہ سال، ٹکے کی جنتری کو بدل کر بلکہ بیکار کر کے، آگے بڑھ جاتا ہے، بالکل اسی طرح پرویز صاحب مختلف سن و سال میں اپنے سابقہ قرآنی مفاہیم کو بدل کر آگے بڑھتے رہے ہیں۔ اس کی پوری تفصیل کے لیے دیکھئے میری کتاب "ایک خواب کئی تعبیریں"، جس میں اُن صدہا آیات کو جمع کر دیا گیا ہے۔ (حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن کے مختلف سن وسال میں پرویز صاحب نے کئی بدلتے ہوئے مفاہیم پیش کئے ہیں۔

مدیر موصوف توجہ فرمائیں:

اپنے مضمون کو ختم کرنے سے قبل، میں مدیر موصوف کی توجہ دو باتوں کی طرف مبذول کروانا ضروری سمجھتا ہوں۔

۱ ——— کسی کے نقطہ نظر سے دلیل وحجت کے ساتھ اختلاف کرنا، اس پر کیچڑ اچھالنے کا ہم معنیٰ نہیں ہوتا۔ آپ نے جگہ جگہ یہ ذکر کیا ہے کہ میں نے پرویز صاحب پر کیچڑ اُچھالا ہے۔ آپ کی یہ بات صرف اس صورت میں مبنی پر صداقت قرار پاسکتی ہے جب کہ میں نے پرویز صاحب کے ذاتی عیوب ونقائص اور شخصی خامیوں اور برائیوں پر بحث کی ہوتی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ میرا قلم بفضلہ تعالیٰ اس سے آلودہ نہیں ہوا، جب کہ آپ نے جو اندازِ بیان اختیار فرمایا ہے، اسے ممکن ہے کہ آپ واقعی اپنے شایان سمجھتے ہوں، لیکن کم از کم میں ان لوگوں کو جو بزعمِ خویش قرآنی تعلیمات کو عام کرنے اور قرآنی اخلاق وآداب کی حکمرانی قائم کرنے کے دعویدار بن کر اٹھے ہوں، ایسے دنائیت پسند اسلوب گفتگو سے بالاتر سمجھتا تھا۔ آپ کے ایسے ہی اندازِ نگارش کے متعلق ایک مرتبہ مولانا مودودی نے لکھا تھا:

"یہ منکرین حدیث جہل مرکب میں مبتلا ہیں۔ جس چیز کو نہیں جانتے اسے جاننے والوں سے پوچھنے کی بجائے عالم بن کر فیصلے صادر کرتے ہیں اور پھر انہیں شائع کر کے عوام کو گمراہ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ان کی گمراہ کن تحریریں اکثر ہماری نظر سے گزرتی رہتی ہیں اور ان کا کوئی اعتراض ایسا نہیں ہے جس کو دلائل سے رد نہ کیا جا سکتا ہو۔ لیکن جس وجہ سے مجبوراً خاموشی اختیار کرنی پڑتی ہے، وہ دراصل یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی بحث میں بالعموم بازاری غنڈوں کا سا طرز اختیار کرتے ہیں۔ ان کے مضامین پڑھتے وقت ایسا محسوس ہوتا

(حاشیہ از صفحہ سابقہ) ۱؎ یہ کتاب زیرِ طبع ہے، عنقریب منظرِ عام پر آرہی ہے۔ ان شاء اللہ!

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ جیسے کوئی شخص ایک غلاظت بھری جھاڑو لئے کھڑا ہو اور زبان کھولنے کے ساتھ ہی مخاطب کے منہ پر اس جھاڑو کا ایک ہاتھ رسید کر دے ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں کے منہ لگنا کسی شریف آدمی کے بس کی بات نہیں ہے اور نہ اس قماش کے لوگ اس لائق سمجھے جا سکتے ہیں کہ ان سے کوئی علمی بحث کی جائے۔" (رسائل و مسائل جلد دوم ص ۵۴)

اب اگر مدیر طلوعِ اسلام اور اس ادارے سے وابستہ دیگر افراد اپنے بارے میں مولانا مودودی کے ان تاثرات ہی کو صحیح ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں تو انہیں ان کی یہ روش مبارک ہو۔ میری طرف سے انشاء اللہ ان کے اوچھے انداز گفتگو کے جواب میں ہمیشہ اچھا اندازِ تحریر ہی اختیار کیا جائے گا، میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ مدیر طلوع اسلام کی بدزبانی کے ردعمل میں، میں خود اپنے اخلاقی مقام سے گر کر ان کی سطح پر آجاؤں یا محض اس دریدہ دہنی سے خائف ہو کر احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی روش ترک کر دوں۔

۲۔ مدیر طلوعِ اسلام سے میری دوسری گزارش یہ ہے کہ آپ کم از کم اتنی کشادہ قلبی، وسعت نظری اور فراخدلی کا تو مظاہرہ فرمادیں جس قدر مدیرِ محدث نے فرمایا ہے، کہ آپ کے فکری سے وابستہ ایک شخص مسمی سید محمد رضا شاہ (۴۴۔ راوی بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن لاہور) نے "نابالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح" کے زیرِ عنوان، ایک تفصیلی مضمون بصورتِ خط اس درخواست کے ساتھ ادارہ محدث کو بھیجا کہ وہ شائع کر کے اس کا جواب بھی مرحمت فرمادیں۔ چنانچہ مدیرِ محدث نے فراخدلی سے اس کو ماہنامہ محدث (جلد ۱۷ عدد ۶) میں شائع بھی کیا اور ساتھ ہی مولانا عبدالرحمان کیلانی (جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء) کے قلم سے لکھا ہوا جواب بھی شائع کیا۔ کیا آپ بھی اسی قدر عالی ظرفی اور وسیع القلبی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے میرا یہ مضمون طلوعِ اسلام میں شائع فرمادیں گے؟ —— یہ ملک اہلِ علم سے خالی نہیں ہے۔ آپ کے قارئین خود میرا، آپ کا، اور پرویز صاحب کے قلم سے لکھا ہوا پورا مضمون پڑھ کر خود اندازہ لگالیں گے کہ کس کا مؤقف قوی ہے اور کس کا موقف کمزور ہے؟ نیز یہ کہ عبارتوں کو پیش کرنے میں کون بددیانت واقع ہوا ہے اور کون دیانتدار؟ نیز یہ بھی کہ کس کا اسلوبِ نگارش اچھا ہے اور کس کا اچھا ہے؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ